38

دنیا میں وہی قومیں ترقی کیا کرتی ہیں جو باتوں سے زیادہ کام کی طرف توجہ دیتی ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود عمل کر کے دکھلاؤ

(فرمودہ 13 نومبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج میں جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خالی باتیں دنیا میں کبھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں کیا کرتیں۔ جب قوموں میں تنزل کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو اُن میں باتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور کام کم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں وہی قومیں ترقی کرتی ہیں اور وہی قومیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ کے نیچے ہوں گی جن میں باتوں سے زیادہ کام کا خیال اور احساس ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1] اے مومنو! جو کام تم نے کیا نہیں اُس کے متعلق تم باتیں کیوں کرتے ہو؟ منہ سے بہادر بننے سے کوئی انسان بہادر نہیں بن جاتا۔ منہ سے اپنے آپ کو سخی کہنے سے کوئی آدمی سخی نہیں بن جاتا۔ منہ سے انصاف کا دعویٰ کرنے والا منصف نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ تم دیکھو گے کہ اکثر رشوت لینے والے مجلسوں میں رشوت کے خلاف تقریریں کرتے ہیں وہ جب بھی تقریر کریں گے یہی کہیں گے کہ رشوت بہت بُری چیز ہے، ہماری قوم میں رشوت بہت پھیل گئی ہے، حالانکہ وہ خود رشوت لیتے ہیں۔ تم اکثر

بد دیانتوں کو دیکھو گے کہ وہ شور مچاتے ہیں کہ ساری دنیا بد دیانت ہے۔ حالانکہ وہ خود بد دیانت ہوتے ہیں۔

مجھے یاد ہے قادیان میں ایک جلسہ کے موقع پر میں نے ایک تقریر کی اور اُس میں مَیں نے اس بات کا ذکر کیا کہ جماعت کی اقتصادی حالت کی درستی کے لیے تجارت سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تجارت کے لیے روپیہ کہاں سے لائیں میں نے کہا میرا پہلے خیال تھا کہ ہماری جماعت کے پاس روپیہ نہیں۔ لیکن اب بہت سے لوگ مجھ سے مشورہ پوچھتے ہیں کہ فارغ روپیہ کوکس کام پر لگائیں۔ اِس سے مجھے پتا لگتا ہے کہ جماعت کے پاس روپیہ ہے۔ لیکن ایسے آدمی نہیں ملتے جو اس روپیہ سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور مالک کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اگر ایسے دیانتدار لوگ مل جائیں جو خود بھی فائدہ اٹھائیں اور مالکوں کو بھی فائدہ پہنچائیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ میں روپیہ مہیا کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے میری تسلی ہونی چاہیے کہ وہ دیانتدار ہیں۔ روپیہ خود تو نہیں کھا جائیں گے؟ یا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے روپیہ ضائع تو نہیں ہوگا؟ اگر میری تسلی ہو جائے تو جماعت کے پاس روپیہ موجود ہے۔ دوسرے دن مجھے تین آدمیوں کی چٹھیاں ملیں کہ آپ کو مبارک ہو آپ کی بیان کردہ خوبیاں ہم میں موجود ہیں۔ ہم دیانتدار بھی ہیں، تجارت کا فن بھی ہمیں آتا ہے اور ہم روپیہ والوں کو فائدہ بھی پہنچائیں گے۔ تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اُن تینوں کا نام اوّل درجہ کے بد دیانتوں میں تھا اور میں انہیں اپنا بھی کوئی پیسہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت میں ایماندار اور پھر تجربہ کار لوگ بھی تھے۔ لیکن میری اُس تقریر کے جواب میں صرف تینوں آدمیوں نے لکھا کہ ہم ایماندار ہیں، تجربہ کار ہیں، آپ روپیہ ہمیں دیں حالانکہ وہ تینوں کے تینوں وہ تھے جن کے متعلق ہمارا علم اور تجربہ یہ تھا کہ وہ سب کے سب اول درجہ کے بد دیانت اور بے ایمان ہیں۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو تم نے کی نہیں؟ جب قوموں میں اس قسم کے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں جن میں حقیقت نہیں ہوتی تو اُن کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ درحقیقت زبان ہی ہے جس سے کسی انسان کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی مجلس میں کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں

یا وکیل ہوں یا کارخانہ دار ہوں تو ہمیں پتا لگتا ہے کہ وہ ڈاکٹر، وکیل یا کارخانہ دار ہے۔ اگر وہ ہمیں خود نہ بتائے تو ہمیں اُس کے ڈاکٹر، وکیل اور کارخانہ دار ہونے کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ پس پہلا علم زبان سے ہوتا ہے۔ ایک آدمی چاہتا ہے کہ میرے پاس جو روپیہ ہے۔ اُسے میں کسی تجارت پر لگاؤں اور پاس ہی دوسرا آدمی شور مچا رہا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی بے ایمان ہے۔ اس نے فلاں کا مال لُوٹ لیا، فلاں سے بددیانتی کی۔ لیکن میں نے فلاں کو فائدہ پہنچایا، فلاں کو فائدہ پہنچایا تو اِس سے وہ روپیہ والا دھوکا میں آجائے گا اَور اُسے روپیہ دے دے گا۔ لیکن اس کے بعد اُس کا روپیہ ضائع ہو جاتا ہے تو وہ چیختا ہے۔ حالانکہ اُسے روپیہ دینے کے لیے کسی اَور نے نہیں کہا تھا بلکہ وہ اپنی بے وقوفی اور سادگی کی وجہ سے خود وہاں پھنس گیا۔ دوسرے نے اپنا سرٹیفکیٹ آپ دیا اور وہ مان گیا۔ حالانکہ ہر بات کو سوچ سمجھ کر تسلیم کرنا چاہیے۔

اَور تو اَور نبیوں کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے ان کی صداقت کے اظہار کے لیے تمہارے پاس نشانات بھیجے ہیں تاکہ تمہیں پتا لگ جائے کہ یہ رسول جو ہماری طرف سے آنے کا دعویٰ کرتا ہے فِی الواقع سچا اور راستباز ہے 2۔ گویا ایسے اخلاق اور نمونہ والے لوگ جو نبوت سے پہلے ہی برگزیدہ سمجھے جاتے ہیں اُن کے متعلق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو بے دلیل نہ مان لو۔ وہ بھی اگر میری طرف سے آنے کا دعویٰ کریں تو اُن سے اُن کی صداقت کے دلائل طلب کرو۔ گویا نبوت پر فائز ہونے والا اور دنیا میں اعلیٰ زندگی بسر کرنے والا بھی اگر کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ تم نے اُسے یونہی نہیں مان لینا۔ اُس سے اُس کی صداقت کی دلیل پوچھنی ہے۔ اگر وہ اپنی صداقت کی دلیل دے تو اُسے مانو۔ پھر خدا تعالیٰ خود دلیلیں بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے اُس کی صداقت کی فلاں دلیل ہے، فلاں دلیل ہے اور اس طرح انسان کو فیصلہ کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔ مثلاً قرآن کریم کہتا ہے کہ ہر نبی جو گزرا ہے لوگوں نے اُسے مجنون کہا ہے 3۔ اب یہ نبیوں کی صداقت کی ایک دلیل ہے کہ اُن کی باتیں دنیا والوں کو غیر معقول نظر آتی ہیں اِسی لیے وہ انہیں مجنون کہتے ہیں۔ لیکن آئندہ زمانہ میں یہی اُس کی صداقت کی دلیل بن جاتی ہے۔ کیونکہ مجنون کی بات دنیا میں پھیل نہیں سکتی، مجنون کی بات پر دنیا عمل نہیں کرسکتی۔ کیا تم نے کوئی پاگل

سنا ہے کہ اُس نے ایک بات کہی ہو اور سَو سال کے بعد لوگ اُس کو درست سمجھنے لگ گئے ہوں؟ پاگل کی بات تو ہوا میں اُڑ جاتی ہے۔ پس جب ایک شخص کو ہم پاگل کہتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ دنیا کی عقل کے خلاف بات کرتا ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی شخص آتا ہے اور وہ اس قسم کی پاگلانہ باتیں کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ شخص پاگل ہے۔ مثلاً ایک شخص ہمارے پاس آئے اور کہے میں بادشاہ ہوں اور سارے لوگ جانتے ہوں کہ وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں تو لوگ اُسے پاگل کہتے ہیں۔ یا مثلاً ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے اور وہ کہتا ہے میں ایم۔اے پاس ہوں حالانکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ پرائمری پاس بھی نہیں تو لوگ کہتے ہیں یہ پاگل ہے۔ کیونکہ اُس کی باتیں اس وقت کے معروف لوگوں کی رائے اور اُن کے علم کے خلاف ہوتی ہیں۔ جب قرآن کریم نے کہا کہ نبیوں کو ہمیشہ پاگل کہا جاتا ہے تو اس کا یہی مطلب تھا کہ لوگ انہیں اِس لئے پاگل کہتے ہیں کہ اُن کی باتیں ان کی رائے کے خلاف ہوتی ہیں۔ لیکن جب اُن کی تعلیم پھیل جاتی ہے اور وہ جیت جاتے ہیں تو وہی معترض جو پہلے انہیں پاگل قرار دیا کرتا تھا کہتا ہے کہ یہ باتیں تو پھیلنی ہی تھیں۔ یہ تو ساری عقلی باتیں ہیں۔ گویا جب وہ دلائل دیں تو لوگ انہیں پاگل کہتے ہیں اور جب وہ جیت جائیں تو کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو ہونی ہی تھیں۔ یہ ایک دلیل ہے جو کسی نبی کی صداقت کے معلوم کرنے کے متعلق قرآن کریم نے دی ہے اور ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اِس دلیل کا بھی غلط استعمال کرتے ہیں۔

قادیان میں ایک شخص تھا جس نے اپنے جنون میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نبی ہوں۔ جماعت کے ایک دوست میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں اُسے سمجھاؤں؟ یہ حضرت خلیفۃ اوّل کے زمانہ کی بات ہے۔ میں نے کہا وہ تو پاگل ہے لیکن اگر تمہیں شوق ہے تو جاؤ۔ چنانچہ وہ اُس کے پاس گئے۔ جب واپس آئے تو وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے؟ کہنے لگے اُس نے اپنی باتوں سے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ تم پاگل ہو۔ اِس پر وہ کہنے لگا دیکھو! یہی قرآن کریم کہتا ہے کہ ہر نبی کو لوگ پاگل کہا کرتے ہیں۔ پس یہ بات تو میری سچائی کی علامت ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ تمہیں

کس نے کہا تھا کہ وہاں جاؤ؟ اگر تمہارا علم اِتنا کوتاہ ہے تو تم وہاں گئے ہی کیوں تھے پھر میں نے کہا قرآن کریم نے یہ کہا ہے کہ ہر نبی کو لوگ پاگل کہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہا کہ ہر پاگل کو نبی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا پہلے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نبی کو لوگ پاگل کہتے ہیں۔ لیکن اسے تو ہم نے رسیاں پہلے باندھی تھیں اور نبوت کا اس نے بعد میں دعویٰ کیا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کے متعلق کہا یہ پاگل ہے۔ اور لوگوں نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ یہ کہیں لوگوں کو نقصان نہ پہنچائے چنانچہ ہم نے اسے رسیاں باندھ دیں۔ اگر یہ شخص پہلے نبوت کا دعویٰ کرتا اَور پھر لوگ اسے پاگل کہتے تو اس کا دعویٰ سچا ہوتا۔ لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ پہلے لوگوں نے اسے پاگل کہنا شروع کیا۔

اُس نے کہا میری نیند اڑ گئی ہے اور حضرت خلیفہ اوّل نے اُسے برومائڈ (BROMIDE) وغیرہ دیا اور علاج کیا۔ پھر اُس نے جنون کی حالت میں یہ کہنا شروع کر دیا میں نبی ہوں۔ پس یہاں گھوڑا آگے نہیں، گاڑی آگے ہے اور گھوڑا پیچھے ہے۔ پس دعویٰ تو ہر شخص کر لیتا ہے لیکن ہر بات دلیل کے ساتھ ثابت کی جانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے لیے بھی دلائل رکھے ہیں۔ لیکن لوگ ان کے سمجھنے میں پھر بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ جیسے اس شخص نے کہا کہ لوگ مجھے پاگل کہتے ہیں اس لیے میں سچا ہوں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ہر پاگل کو نبی کہا جاتا ہے بلکہ اُس نے یہ کہا ہے کہ ہر نبی کو پاگل کہا جاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت کے بھی دلائل دیئے ہیں۔ اور ان کے ماننے کو ان دلائل سے وابستہ کیا ہے۔ پھر دنیوی معاملات میں تم کسی کی بات کو بے دلیل کیوں مانتے ہو۔ بسا اوقات انسان کا قول و فعل ایک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص ایسا ہوتا ہے اُس کو دنیا میں کوئی پوزیشن اور درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اُسے عزت نہیں ملتی۔ اور جب کسی دوسرے کا بلا دلیل دعویٰ کرنا اُسے قابل عزت نہیں بنا دیتا تو اگر یہی بات تم میں ہو تو تمہاری عزت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر یہ چیز غیر میں بُری ہے تو تم میں بھی بُری ہے۔ اگر چوری کرنا زید کے لیے بُرا ہے تو تمہارے لیے بھی بُرا ہے۔ اگر جھوٹ بولنا زید کے لیے بُرا ہے تو تمہارے لئے بھی برا ہے۔ پس تم اپنی زندگی میں غور کرو کہ کیا تمہارے اعمال اور اقوال

یکساں ہیں؟ اگر تم خود عمل نہیں کرتے تو تمہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ قرآن کریم کہتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اگر تم کہتے ہو کہ احمدیت کی یہ یہ تعلیم ہے اور تم اس پر عمل کرتے ہو اور پھر دوسروں سے کہتے ہو۔ اس پر عمل کرو تو تم کہہ سکتے ہو ہم سچ کی تعلیم دیتے ہیں۔ تم ہماری زندگی دیکھو اَور پھر ہمارے ہمسائیوں اور ہمارے ساتھ کام کرنے والوں سے دریافت کرلو؟ کیا ہم سچ بولتے ہیں یا نہیں؟ جب ہم خود سچ بولتے ہیں تو ہمارا حق ہے کہ دوسروں سے کہیں کہ تم بھی سچ بولو۔

اِسی طرح دیانت ہے۔ تم پہلے خود اپنے اندر دیانت پیدا کرو اور پھر لوگوں سے دیانت پیدا کرنے کے لیے کہو۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ تم بولو نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ کام سے پہلے نہ بولو۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ تم نصیحت نہ کرو بلکہ یہ کہا ہے کہ تم خود وہ کام کرو اور پھر دوسروں سے کرنے کے لیے کہو۔ تم پہلے سچ بولو پھر دوسروں کو سچ بولنے کے لیے کہو۔ تم پہلے خود دیانت اختیار کرو تو پھر دوسروں کو دیانت دار بننے کی تحریک کرو۔ پہلے خود انصاف کرو پھر دوسرے سے انصاف کرنے کے لیے کہو۔ خود عمل کرنے سے پہلے کسی کو کسی امر کی نصیحت کرنا بے کار ہے۔ اِس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ قوموں کے اعضاء ڈھیلے ہوجاتے ہیں اور اُن میں عمل کی قوت مفقود ہوجاتی ہے۔ کیونکہ کوئی شخص نصیحت کرنے والے سے تعاون نہیں کرتا اور اُس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

(الفضل 30 اگست 1961ء)

1: الصّف: 3

2: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ (القصص: 37)

هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (الحدید: 10)

3: وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (الصّٰفّٰت: 37)

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (الدخان: 15)

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذّٰریٰت: 40)